ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154

Metaphor and Symbolism in Naat's of Dilwar Ali Azar

دلاور علی آزر کی نعت میں استعارے اور علامت

محمد تیمور عادل

ڈاکٹر سمیرا اکبر

ایم فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Naat is a very difficult form of poetry. To express the love for Holy Prophet Hazrat Muhammad (PBUH) and describe the great personality of Muhammad through poetry is very arduous. Etiquette and limitations have to be taken into consideration. So it is a difficult path that can only be traversed by a Poet who has a heart and emotional attachment to the Holy Prophet PBUH. Dilawar Ali Azar is a prominent Urdu poet of contemporary Urdu Poetry. He belongs to Hassan Abdal, a tahseel of Attak. Naat and love for Holy Prophet Muhammad (PBUH) is a center point of his poetry. His two collections of Naats "Naqash" and "Sayyadi" have been published. In this article Metaphor and Symbolism in Naat's of Dilwar Ali Azar has been discussed.

Key words: Urdu, Naat, Hazrat Muhammad PBUH, Holy Prophet, Symbolism, Metapher, Dilawar Ali Azar, Sayyadi, Naqash

مدحتِ خاتم النبین کے لیے دل میں حُضورِ محترم ﷺ کے لیے عقیدت و احترام کا ہونا از حد ضروری ہے۔ محض قافیہ پیمائی، تخیل اور وزن و آہنگ کا خیال ہی نعت کے لیے ضروری نہیں بل کہ آپ ﷺ کے ساتھ دلی وابستگی ہونا بھی جزلاینفک ہے۔ عرب میں سب سے پہلے نعت گو شاعر میمون بن قیس ہیں۔ صحابہ میں سب سے پہلی نعت شریف حضرت علیؓ سے منسوب ہے اور حضرت حسّان بن ثابت کو شاعرِ رسول ﷺ کا لقب حاصل ہے۔ یہ سبھی شخصیات محبتِ رسول ﷺ سے معمور و منور تھیں۔ لٰہذا نعت لکھنا از حد مشکل اور کٹھن مرحلہ ہے۔ بقول مولانا احمد رضا خاں بریلوی:

""حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں چلا جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے یعنی ایک جانب اصلاً حد نہیں اور دوسری جانب دونوں طرف سخت پابندی ہے۔(۱)

نعت رسول مقبول ﷺ ایک مشکل صنف سخن ہے۔ خاتم النبین ﷺ کی ذات اقدس کو موضوع سخن بنانے کے لیے شاعر کو کئی سنگلاخ اور دشوار وادیوں سے گزرنا ہوتا ہے۔ آداب اور حدود و قیود کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے، لہذا یہ ایک دشوار راستہ ہے جس پر وہی تخلیق کار گزر سکتا ہے جس کو آپ ﷺ کی ذات سے دلی وجذباتی لگاؤ ہو۔

اُردو نعتیہ شاعری کی روایت کے امین خواجہ بندہ نواز گیسو دراز ہیں۔ اردو کے اولین مثنوی نگار فخر الدین نظامی کی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" میں اولین اردو نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ اُردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ کے دیوان میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ بعد ازاں ولی دکنی، میر زا رفیع سودا اور میر تقی میرؔ وہ نمایاں

GUMAN
ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

شاعر ہیں جنھوں نے اُردو نعت کے دامن کو وسیع کیا۔ان کے بعد تقریباہر شاعر نے اپنے دیوان یا شعری مجموعوں کے آغاز میں حمد اور نعت کا خصوصی اہتمام کیا۔کچھ شعرا نے نعت کو مستقل اپنا کر اسے ہی اپنی شعری کائنات کا مرکز بنایا۔ان شعرا میں محسن کاکوروی، الطاف حسین حالی، امیر مینائی، علامہ اقبال، احمد رضا خان بریلوی، بہزاد لکھنوی، ظفر علی خاں، حفیظ تائب، ماہر القادری، مظفر وارثی، اور پیر نصیر الدین نصیر کے شامل ہیں۔

عصرِ حاضر میں بھی نعت اسی عقیدت اور جوش و جذبے سے کہی جا رہی ہے۔موجودہ عہد کے نعت گو شعرا میں افتخار عارف، خورشید رضوی، ریاض مجید، سلیم کوثر، احسان اکبر، محمد طاہر صدیقی اور صبیح رحمانی کے نام نمایاں ہیں عہد حاضر میں نعت کے حوالے سے ایک اہم نام دلاور علی آزرؔ کا ہے۔

دلاور علی آزرؔ کا تعلق پنجاب، پاکستان سے ہے۔وہ اٹک کی ایک تحصیل حسن ابدال سے ہیں، حسن ابدال کی وجہ شہرت یہاں کے بادشاہ، فقرا اور درویش ہیں۔مغل بادشاہوں سے لے کر بابا گرونانک اور زندہ پیر ولی نے اس شہر کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔یہی وجہ ہے کہ آزرؔ کے مشاہدے میں بھی مختلف مذاہب اور روحانی سلسلے رہے، جو انہوں کی شعری تربیت اور مزاج کا حصہ ہیں۔انہوں نے شاعری میں جملہ اصناف پر طبع آزمائی کی، طویل ریاضت کے صنف غزل ان کا خاص میدان بن گئی۔

دلاور علی آزر کا پہلا نعتیہ مجموعہ ''نقش'' کے نام سے ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا۔ دوسرا نعتیہ مجموعہ ''سیّدی'' ہے جو ۲۰۲۰ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ ''نقش'' اور ''سیّدی'' میں موجود ہر نعت اپنے منفرد مضامین، جذبے، زبان و بیان کی شستگی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے اور قاری کے دل میں گھر کرتی چلی جاتی ہے۔بقول عابد سعید عابد:

''مجھے تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ دلاور علی آزرؔ کی پشت پر کسی معتبر ہستی کا دست شفقت ہے جس کی برکت سے اُنھوں نے ایک جست میں اپنی پہلی منزل کو پا لیا۔اظہار کے گلدانوں میں مضامین نو بہ نو کے کیسے کیسے پھول سجے ہیں۔جب قدرت مہربان ہوتی ہے تو خیالات خود بہ خود حرف و صورت کے سانچوں میں ڈھلنے لگتے ہیں۔نعت کے ایوان میں دلاور علی آزر کا یہ نقش اول نقش ثانی کی نوید سنا رہا ہے۔''(۲)

عابد سعید عابد کی یہ پیش گوئی درست ثابت ہوئی کیوں کہ آزرؔ کا ایک اور نعتیہ مجموعہ ''سیّدی'' بھی منظر عام پر آچکا ہے۔''سیّدی'' کے مقدمے میں جناب مقصود علی شاہ کچھ یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

"آزرؔ کا کمال یہ ہے کہ آزر نے محاکات کو تلمیحی زاویوں میں بیان کیا ہے۔گویا ایک چیز کو ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر شیشے میں بند کر دیا ہے۔آزرؔ کی محاکات میں تلمیحی جدت آزر کو معاصرین سے ممتاز کرتی ہے آزرؔ کا صرف ایک شعر ہی ملاحظہ کرنے سے آپ کو مرے دعوے کی تصدیق کرنے سے کوئی فکری کثافت مانع نہیں ہو گی۔شعر ملاحظہ کرنے سے پہلے ایک لمحے کے لیے چودہ سو سال پیچھے زمانہ نبویؐ کا تصور کریں۔

اب آزرؔ کا شعر دیکھیں جس میں حضور اکرم ﷺ کی آمد کے ساتھ اس سارے منظر کو چند خوبصورت الفاظ میں یوں بیان کر دیا گیا ہے کہ فصاحت نے بھی سر خم کر دیے گئے ہیں:

آپؐ آئے بہار آگئی ویرانے میں
بھر گیا سبز کھجوروں بیاباں عرب(۳)

آزر بارگاہِ رسالت میں عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنے کو ایمان کا جزو سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک جو شاعر بارگاہ رسالتؐ میں عقیدتوں کے پھول نچھاور نہیں کر سکتا اور اُس کا ایمان بھی ناقص ہے اور اُس کی شاعری بھی رائیگانی کے سوا کچھ نہیں۔بہ قول دلاور علی آذرؔ:

''فن نعت گوئی میرے ایمان کا لازم و ملزوم حصہ ہے۔اگر کوئی شاعر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیۂ نعت پیش نہیں کر سکتا تو سمجھ لیجیے اُس کا ایمان ناقص ہے اُس کی تمام تر شاعری اکارت جائے گی۔''(٤)

نعت کے میدان میں عقیدت کے خوبصورت اظہار اور فنی ضروریات کے ادارک نے ان کے کلام کو دیگر شعرا سے ممتاز و مقبول کر دیا۔وہ نعت کو مقدس و معتبر صنف قرار دے کر جزوِ ایمان تسلیم کرتے ہیں۔اُن کے نعتیہ کلام میں عقیدت اور والہانہ محبت کے ساتھ ساتھ حدود و قیود کا بھی بھرپور خیال رکھا گیا ہے۔آزر ''بعد از خُدا بزرگ توئی'' کے مصداق خُدا کے بعد مدح و ثناء کے لائق پیغمبر خدا احمد مجتبا کو گردانتے ہیں۔

آزر جب بارگاہ رسالت مآب میں ہدیہ نعت پیش کرتے ہیں تو اُس میں جدت اور تنوع کے ان گنت ستارے روشن ہونے لگتے ہیں۔اسی ضمن میں ڈاکٹر طارق ہاشمی اپنے مضمون ''سیّدی کے حضور نقشِ نعت''میں لکھتے ہیں:

''دلاور علی آزر نگار سخن کے جمال سے آگاہ ہے لیکن نقش نعت کی تابانی کا شعور اس کے پاس فنزوں تر ہے۔مضامین کی سطح پر اس کی انفرادیت کے رنگ واضح ہیں اور وہ اس صنف کے مقبول اظہارات کے دائرے کو قدرے وسعت آشنا کرتا ہے۔ذاتی طور پر میرے لیے اس کے سرمایۂ نعت میں قابل قدر عصر رنگ و نور سے معمور اُس کا اسلوب ہے۔اُس کے مصرعے شعاعوں کی صورت جلوہ گر ہوتے ہیں اور سماعتوں میں تنویر کی طرح اُترتے چلے جاتے ہیں۔بارگاہ رسولؐ میں پیش کیے گئے استغاثہ کے مضامین ایک خاص کیفیت کو اُبھارتے ہیں جن میں درد مندی اور گداز نے ایک عجیب تاثیر کا رنگ ظاہر کیا ہے۔"(۵)

واجد امیر اپنے مضمون ''سیدی کا شاعر''میں دلاور علی آزر کے دوسرے نعتیہ مجموعے سیدی سے متعلق لکھتے ہیں:

''سیّدی''کے مطالعے کے دوران کئی بار احساس ہوتا ہے کہ یہ عام ڈگر سے ہٹ کر نعت کہنے کی ارادی یا غیر ارادی کوشش ہے جو شاید کچھ بے حد وبلا وجہ حساسیت کے شکار لوگوں کے لیے قابل قبول نہ ہو لوگوں کے لیے قابل قبول نہ ہو مگر بہت دور رنج اور مذہبی تنہائی کا شکار لوگوں کو اس گنبدِ بے در سے باہر لانے کے لیے سود مند ضرور ہو سکتی ہے اگر کھلے دل سے مطالعہ کریں۔آزر نے سوال، گفتگو، عرض التجا، درخواست، عقیدت، مودت کا اپناالگ طرز اظہار نکالا ہے۔اُن کی اس التجا میں تھوڑا سامان، لگاوٹ کے ساتھ ضد بھی شامل کی گئی ہے۔جس میں بچوں سی معصومیت در آئی ہے جیسے:

مستحق ہوں کہ نہیں مجھ کو مگر چاہیے ہے
آپ کی فقط ایک نظر چاہیے ہے۔(٦)

دلاور علی آزر کا نعتیہ کلام اسلوب اور فن کی جملہ خصوصیت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے اس کے علاوہ سادگی، روانی و سلاست، منفرد طرز بیان ان کے نعت کے نمایاں خصائص ہیں۔ان کے نعتیہ کلام میں فنی محاسن کا یہ اعجاز اُنھیں حضور اکرم ﷺ کی مدح وثنا کی بدولت حاصل ہوا ہے، اسی لیے آزر خود پر نازاں ہیں کہ:

نعت لکھنے کی اجازت مجھے سرکار نے دی
طے مرے لفظ کا معیار مدینے سے ہوا(۷)
سرکار نے مدحت کے لیے ہم کو چُنا ہے۔
ہم لوگ ہیں لفظوں کو نگیں دیکھنے والے(۸)

آزر کے نعتیہ کلام میں بیان وبدیع کا استعمال بہت خوب ہے۔انہوں نے نہ صرف مروجہ استعارے کا استعمال کر کے اپنی شاعری کا کلاسیکیت کا رنگ دیا ہے بلکہ نئے استعاروں سے اپنی نعتوں کو چار چاند بھی لگائے۔ان کا نعتیہ کلام حلاوت، تازگی اور دلکشی سے بھرپور ہے۔ان کی شاعری سے استعارے سے مزین چند اشعار ملاحظہ فرمایئے:

اس جہاں میں بہت اندھیرا تھا
روشنی کے ظہور سے پہلے۔(۹)

اس شعر میں ''آپ''مستعار لہ ہیں اور ''روشنی''مستعار منہُ ہے۔ایک اور خوبصورت شعر ملاحظہ فرمایئے:

نکلا ہے آفتاب اندھیروں کی اوٹ ہے
یہ رات تھی کہ جس کو سحر اُس نے کر لیا۔(۱۰)

مذکورہ شعر میں ''آپؐ''مستعار لہ اور آفتاب مستعار منہ ہے۔

آنکھ سیراب ہوئی طُور کا دروازہ کھلا
دستک خاک پہ جب نُور کا دروازہ کھلا ۱۱

شعر میں ''حضور اکرم ﷺ''مستعار لۂ ہیں اور ''نور''مستعار منہ ہے۔آزر کی شاعری میں جو اہم بات توجہ طلب ہے وہ یہ کہ حضرت محمد ﷺ کا نام بطور استعارہ استعمال کرنا

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

ہے۔ جس طرح قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے زمانے کی اور کہیں محبوب کے شہر پرُنور کی قسمیں کھائی ہیں اسی طرح آزر نے بھی سرکارِ دو جہاں کو وقت کے سینے کی دھڑکن کہا ہے:

یہ زمیں آسماں وقت کے ساتھ ہیں
گویا دونوں جہاں وقت کے ساتھ ہیں(۱۲)

ایسے ہی آپ کے دوسرے نعتیہ شعری مجموعے "سیّدی" سے استعارے کی امثلہ ملاحظہ فرمائیے:

خُدا کے نُور کو لفظوں میں کیسے ضم کیا جائے
سوائے نعت مگر دل یہ کیا رقم کیا جائے(۱۳)

مذکورہ بالا شعر میں "آپ" مستعار لہ ہیں اور "نُور" مستعار منہ ہے۔

دل و نگاہ کو اُس نُور سے علاقہ رہے
نم چراغ ابدگیر کھینچتا ہوں میں

درجہ بالا شعر میں "آقائے کون و مکاں"
مستعارلہٗ جب کہ "نور" مستعانہ منہ ہے(۱٤)

آپ کی شاعری فکر و خیال اور رمز و ایما سے بھرپور شاعری ہے یہ غور مطالعے سے قاری پر آپ کی شاعری کے در واہوتے ہیں۔ مذکورہ خصوصیات کا حامل استعارے کا نہایت خوبصورت شعر ملاحظہ فرمائیے:

اُن سے چھُپی ہوئی تو نہیں میری کوئی بات
میں اُن کے سامنے مرا گھر اُن کے سامنے(۱۵)

مذکورہ شعر میں "گھر" مستعار منہ جب کہ شاعر کا دل یعنی باطن مستعار لہ ہے شاعر کا اس امر پر ایمان کامل اور تیقین ہے حضور مکرم ہمارے ظاہر و باطن سے باخبر اور آگاہ ہیں۔

بتاؤں کیا کہ میں اُس نُور کی تجلی کو
جب اپنی روح یہ سہتا ہوں نعت کہتا ہوں۔(۱٦)

مذکورہ شعر میں "حضور اکرم نور مجسم ﷺ مستعار لہ جب کہ "نُور" مستعار منہ ہے۔ مزید یہ کہ شاعر رحمت کل جہاں کا سراپا بیان کرنے سے قاصر ہے اور اپنی کم مائیگی کا برملا اظہار کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اس لیے راہ میں رُکنا پڑا آزر مجھ کو
میرے رستے میں وہ بے سایہ شجر آگیا ہے۔(۱۷)

مذکورہ شعر میں آزر نے مقصد و غایت کائنات کی انفرادیت اور نورانیت کو اُجاگر کیا ہے اور اپنی ذات پر حضرت محمد ﷺ کے کرم خاص کا بین ثبوت دیا ہے۔ اس شعر میں "رحمت اللعالمین" مستعار لہ جب کہ "بے سایہ شجر" مستعار منہ ہے۔

گیا وہ باغ میں گُل پیرہن عجب صورت
اِک ایک پھول کو یوں بے قرار اُس نے کیا۔(۱۸)

جب نبی آخر الزماں شافع مذنبین کو اُس جہاں آب و گل میں رب کائنات نے خلق فرمایا تو عرب معاشرے کی کایا پلٹ گئی۔ آپ کی ذات گرامی نے ہر شعبہ ہائے زیست سے علاقہ رکھنے والے فرد اور عورت کے لیے خواہ وہ کسی بھی روپ میں ہو کے حقوق و فرائض متعین کیے۔

اس کی سب سے بڑی دلیل خطبہ حجتہ الوداع ہے جسے دنیا کا پہلا چارٹر یعنی آئین بھی کہا جاتا ہے اسی پس منظر کی طرف آزر نے اپنے مذکورہ شعر میں اشارہ کیا ہے۔ اِس شعر

میں ''آپ'' مستعار لہ اور ''گل پیرہن'' مستعار منہ ہے۔ استعارے کے نوادرات دلاور علی آزر کی پوری شاعری میں جلوہ گر ہیں۔ کلاسیکیت سے کشیدہ کردہ یہ استعارے ادب کی بازگشت جنھیں ہیں جنہیں چابک دستی اور ہنر مندی سے استعمال کر کے آزر نے اپنے اُسلوب کو دل کش اور جاذب نظر بنادیا ہے۔

سمبلزم کی یہ تحریک ۱۸۸۵ء میں شروع ہوئی فرانس میں اسے کے علم برداروں میں بو وبلیز ملارے، ورلین، ویلری، اور رمبو وغیرہ کے نام زیادہ اہم ہیں۔ انگلستان میں روزیٹی، پیٹر اور وائلڈ اور ٹیٹس نے اس تحریک کے اثرات قبول کیے۔ جرمنی میں رینیر میریا، رکی اور اسٹیفون جارج اس سے متاثر ہوئے اور روس میں الیگزینڈر بلاک نے اسے اپنایا۔

دلاور علی آزر کے نعتیہ کلام میں رموز و علائم زبان کے کمالات، اسلوب کی دلکشی و تازہ کاری سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سیرت النبی اور احادیث مبارکہ کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اسی ضمن میں ان کی شاعری سے ''علامت'' پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

میں کہاں اور کہاں شہد کی نہریں آزر

خلد کا راستا مدینے سے ہموار ہوا (۱۹)

مذکورہ شعر میں انہوں نے ''شہد'' کو بطور علامت استعمال کیا جیسے ''شہد'' مٹھاس اور شفا کی علامت ہے جس میں قدرت نے برکتیں رکھی ہیں بالکل اُسی طرح مدینہ منورہ میں ''آب زم زم'' میں بھی رب کریم نے شفا اور برکت رکھی ہے اور یہ سب کچھ آنحضرت کے وجود مبارک ہی سے ممکن ہوا ہے۔

زہے نصیب کہ روشن ہوا ہے منظر نعت

چمک اُٹھا مرے کشکول میں بھی اختر نعت (۲۰)

دراصل شاعر خود کو سعادت مند سمجھ رہا ہے اور اس پہ نازاں ہے کہ اس کے قلم کا بہترین مصرف مدحتِ خاتم النبین ﷺ ہے۔ شاعر چوں کہ تلمیذ الرحمان ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ ایسی شاعری کرے جو بعد از وصال اس کی روح کی تمکین و تسکین کا باعث بنے۔ آزر نے اپنی شاعری کے ذریعے اس امر کا اہتمام کر لیا ہے۔

مذکورہ شعر میں ''کشکول'' شاعر کے شعری ذخیرے کی علامت ہے۔

میں ایسی آتش سر سبز کی تلاش میں ہوں

میرے دل میں فروزاں کرے شرارہ نور (۲۱)

''آتش'' یعنی آگ کی علامت تاریکی سے روشنی کی طرف جانے کا اشارہ ہے اور دوسری طرف زندگی میں حدت کی علامت ہے۔ ایسے ہی آگ دل کو جذبات آشنا کرنے کے لیے سوز و ساز سے ہم آہنگ کرتی ہے کیوں کہ وہ کرب اور سوز جو عشقیہ واردات میں ہوتا ہے آگ میں جلنے سے مشابہ ہے۔

اسی ضمن میں آزرؔ نے ''آتش'' کو اپنے شعر میں بطور علامت استعمال کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے دل کے نہاخانوں میں عشق جاگزیں ہو جائے اور میرے باطن کو نور سے منور کر دے۔ کیوں کہ ایک سطح پر آگ شعور کی علامت ہے۔

آزرؔ وہ نُور کی خاک صورت تھا شکل میں

یوں خاک آئینہ ہوئی انسان کے لیے (۲۲)

آزر کے نعتیہ کلام میں خاک کی علامت کئی معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ خاک سے مختلف چیزیں پیدا ہوتی اور نمو پاتی ہیں۔ اس لیے یہ زرخیزی، زندگی اور ارتقا کا منبع ہے۔ مذکورہ شعر میں شاعر نے اپنی مہارت تامہ سے ''خاک'' کو ''آئینے'' کی علامت بنا کر پیش کیا کہ بہ ظاہر تو نبی محترم ﷺ عام انسانوں کے جیسی ہی شباہت رکھتے تھے مگر اس ''خاک'' نے اہل عرب بلکہ تمام جہانوں کے حقوق و فرائض متعین کیے۔ گویا نبی مکرم ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر دنیا میں خلق فرمائے گئے۔ نیز کلاسیکی اُردو شاعری میں خاک کثیر الجہات معانی میں استعمال ہوئی ہے۔

اس تیرگی میں راہ کی پہچان کے لیے

قول نبی چراغ ہے انسان کے لیے (۲۳)

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

اُردو شاعری میں ''چراغ'' کی علامت بھی مختلف معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ چراغ جہاں روشنی اور تیرگی کے چھٹنے کے علامت ہے وہیں ''چراغ'' ہوا کے خلاف جہد مسلسل کی علامت بھی ہے کیوں کہ ''جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل'' سے کہ مصداق چراغ کا کام روشنی مبہم پہنچانا ہے۔ کوئی اُس اکتساب فیض کرے یا نہ کرے چراغ اس غرض وغایت کے بغیر جلتا رہتا ہے۔ مذکورہ شعر میں شاعر نے بھی اسی امر کی طرف نشان دہی کی ہے آپ ؐ کا قول مبارک قرآن حکیم کی تفسیر ہے اور ہر شعبہ ہائے زیست سے علاقہ رکھنے والا انسان آپ کی سیرت مطہرہ سے کماحقہ فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

کشکول خالی ہو نہیں ہو سکتا کبھی مرا
دراصل اُن کے عطا کی طرف ہوں میں۔(۲۴)

اُردو کلاسیکل شاعری اور روزمرہ زندگی میں ''کشکول'' بھیک اور گدائی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اگر وہ گدائی نبیؐ کونین کے درِ مبارک کی ہو اور وہ ٹکڑے نبیؐ پاک کے آستانہ مبارک کے ہوں تو انسان کے لیے باعث سعادت ہے۔ مذکورہ شعر میں شاعر کی سعادت بختی ہے کہ شاعر حضور اکرم ﷺ کے دست عطا سے منسلک اور وابستہ ہے۔ یہاں ''کشکول'' سے مراد شاعر کی شاعری بھی ہو سکتی ہے کیوں کہ کہ شاعر کے لیے شاعری ہی اُس کی متاع زیست ہے۔ دراصل شاعر پر نبیؐ محترم کا کرم خاص ہے کہ شاعر آپ ؐ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ نعت پیش کرنے کی سعادت رکھتا ہے۔

مرا نشانہ کبھی چُوکتا نہیں آرز
درود پڑھتے ہوئے تیر کھنچتا ہوں میں(۲۵)

اُردو شاعری میں ''تیر'' سیدھے اور متعین راستے کی علامت ہے۔ مذکورہ شعر میں شاعر جس راستے پر بھی چلتا ہے کامیاب و کامران ہو کر پلٹتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ شاعر سفر کا آغاز نام مصطفاً سے سے کرتا ہے۔ مذکورہ شعر شاعر کی حضور اکرم ﷺ سے دل بستگی و وابستگی کو ظاہر کرتا ہے کیوں کہ جب کوئی آپ کی ذات گرامی پر درود بھیجتا ہے تو رب رحمت اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

آئینہ ہوئے شام و سحر اُن کی طرف سے
روشن ہیں یہاں شمس و قمر اُن کی طرف سے(۲۶)

حضور گرامی مرتبت کی بعثت سے پہلے عرب معاشرہ جہالت کی وادیوں میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ لوگوں میں زندگی گزارنے کا سلیقہ و قرینہ نہیں تھا۔ چنانچہ جب آپ ؐ کو اس جہاں خاک میں مبعوث فرمایا گیا تو آپ ؐ نے انسان کو شایستہ و خود داد بنایا یہی وجہ ہے کہ تہذیب و تمدن آقائے محترم کے شرمندۂ احسان ہیں۔ آئینہ چوں کہ شفافیت کی علامت ہے تو شاعر نے لفظ "آئینہ "کو بطور علامت برت کر شام و سحر کی نورانیت کو ظاہر کیا ہے۔

پھیل جائے گا اُجالا سر ہر شہر والا
طاق سے شمس و قمر کھول دیے جائیں گے(۲۷)

اُردو شاعری میں شمس و قمر متنوع الجہات خصوصیات کا حامل ہے۔ سورج تپش، حرارت، دوام، زندگی، روشنی اور حرکت کی علامت ہے۔ وہیں قمر نور، تابانی اور کشش کی علامت ہے۔ مذکورہ بالا شعر میں شاعر نے شمس و قمر کی علامت دوامِ حیات تنورِ حیات کے لیے استعمال کر کے اپنی مہارتِ تامہ کا ثبوت دیا ہے۔

خاک خوشبو میں بدلتی ہے یہ کیا آمد ہے
اے گل تازہ نفس اے گلِ ریحان عرب!(۲۸)

"گلِ" کی علامت اپنے آپ میں مختلف معنوی خصائی ص کی حامل ہے۔ کہیں "گلِ" نرمی اور نزاکت کی علامت ہے، کہیں خوش بو کی تو کہیں اپنی ناپائی یداری کی وجہ سے اردو شاعری میں مستمل ہے۔ مذکورہ بالا شعر میں "گلِ" اپنی تازگی اور خوش بو کے لیے استعمال ہوا ہے۔

درجہ بالا تمام اشعار میں استعارہ و علامت جس فنی مہارت سے استعمال ہوئے ہیں یہ ان ہی کا خاصہ بنے۔ آزر اگرچہ جدید شاعر ہیں جن کے کلام میں نئے اور تازہ مضامین کا انبوہ دکھائی دیتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں نعتیہ کلام کی کلاسیکی شعری روایت سے بھی جڑت نمایاں ہے اُن کی نعتیہ تصانیف، اردو نعت کی تاریخ میں ایک نیا باب رقم کرنے

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

جارہی ہیں کیونکہ ان تصانیف میں سرورِ کائنات کی حیات مبارکہ، سیرت مطہرہ، تعلیمات، معجزات، مکارم اخلاق اور اُسوہ حسنہ کے جملہ متعلقات سیرت کا بہت نمایاں اور منفرد انداز بیاں موجود ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی نعتیہ شاعری کو بالکل منفرد اور اچھوتا کہا جا سکتا ہے۔ قصہ مختصر دلاور علی آزر کی نعتیہ شاعری حبِ مصطفاﷺ سے لب ریز ہے۔ نعتِ پاک لکھنے کے لیے جذب و مستی کا ہونا از حد ضروری ہے اور یہ قرینہ آپ کی شاعری میں بہ درجہ اتم موجود ہے۔

حوالہ جات

1۔ مصطفا، رضا نور، بریلوی، علامہ، ''الملقوط'' مطبوعہ، کان پور، ص ۱۴۵۔۱۴۴

2۔ دلاور علی آزر، ''نقش''، وراق، پبلی کیشنز لاہور، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۳۲

3۔ دلاور علی آزر، ''سیّدی'' حرف زاد پبلی کیشنز: اسلام آباد/کراچی، جولائی، ۲۰۲۰ء، ص ۱۵۔۱۴

4۔ دلاور علی آزر، ''نقش''، وراق پبلی کیشنز: لاہور، اگست ۲۰۱۸ء، ص ۲۸

5۔ ''ناعت فرخندہ بخت''، مرتبہ: علی صابر رضوی، مضمون: ''سیّدی کے حضور نقش نعت طارق ہاشمی، نعت

ریسرچ سینٹر کراچی، ص ۷۹

6۔ ''ناعت فرخندہ بخت''، مرتبہ: علی صابر رضوی، مضمون ''سیّدی کا شاعر''، واجد امیر، ص ۸۴

7۔ دلاور علی آزر، "نقش"، ص ۵۴

8۔ دلاور علی آزر ''سیّدی''، ص ۱۰۰

9۔ ایضاً، ص ۱۰۴

10۔ ایضاً ص ۱۰۰

11۔ ایضاً ص ۱۱۶

12۔ دلاور علی آزر ''نقش''، ص ۹۴

13۔ دلاور علی آزر، ''سیّدی''، ص ۳۸

14۔ ایضاً، ص: ۴۴

15۔ ایضاً، ص: ۵۴

16۔ ایضاً، ص: ۹۶

17۔ ایضاً، ص: ۱۰۷

ISSN Online : 2709-4162
ISSN Print : 2709-4154
Volume.7, Issue.1 (2024)
(January-March)

18۔ ایضاً، ص:۱۱۳

19۔ دلاور علی آزر ''نقش''، ص ۵۴

20۔ ایضاً، ص:۶۲

21۔ ایضاً، ص:۷۴

22۔ ایضاً، ص:۸۶

23۔ ایضاً، ص:۸۷

24۔ دلاور علی آزر، ''سیّدی''، ص ۴۰

25۔ ایضاً، ص:۴۴

26۔ ایضاً، ص:۶۰

27۔ ایضاً، ص:۴۶

28۔ ایضاً ص: ۵۰